International Research Journal of Arabic and Islamic Studies, Vol.:04, Issue: 01, Jan-Jun 2024
pp: 847 - 864

OPEN ACCESS
IRJAIS
ISSN (Online): 2789-4010
ISSN (Print): 2789-4002
www. irjais.com

اندلسی مسلم دور حکومت میں مسلم و غیر مسلم سماجی تعلقات

Muslim and non-Muslim social relations during Spainish Muslim rule

Dr Shabir Ahmad Jamee
HOD School of Islamic Study and Shariah Minhaj University Lahore (hodislamicstudies.cosis@mul.edu.pk)
Muhammad Abu Bakar
lecturer Munhaj College for Women (faizi9423@gmail.com)
Suleman Saleem
PHD Scholar Minhaj University Lahore(sulemansaleem44@gmail.com)

Abstract

In Spain, where the Muslims expanded their empire and filled the coffers of their government, they also served humanity and indeed proved to be the saviors of the people of Spain. The Muslim conquest of Spain brought about important changes in every sphere of life. In the beginning, it was believed that the Muslims attacked only for the sake of booty. But when they started settling their settlements and building mosques, Gath was convinced that they were doomed forever. The Muslims gave full proof of their traditional tolerance. The new rulers not only fully protected the slaves and peasants, but treated them with complete justice, after ensuring the payment of tribute and obedience. Christians and Jews enjoyed full religious freedom. There was no interference in their religious affairs. In this paper, Muslim and non-Muslim social relations have been reviewed during the Andalusian Muslim rule.

Keywords: Trade, Spain, humanity, Muslims, Christians, Jews, social relations, changes

تعارف موضوع

مسلم سپین نے دنیا کے تین اہم مذاہب (اسلام، مسیحیت، یہودیت) کے درمیان ایک شاندار ہم آہنگی کو بھی جنم دیا۔ یہودیت کی تاریخ میں مسلم سپین کو ان کے حوالے سے Glorious Period کے طور پر جانا جاتا ہے جہاں پر یہودیوں کو مسلمانوں کے ساتھ ساتھ سات سو سال تک ہر انداز میں پھلنے پھولنے کے مواقع فراہم کیے گئے۔ ابن

CC BY

میمون جیسے تاریخ ساز لوگوں نے اسی دوران جنم لیا جس کو آج بھی سرجیکل کی دنیا میں اس شعبے کا بانی سمجھا جاتا ہے جو کہ قرطبہ کا ایک یہودی تھا۔

مسلمانوں نے اسپین میں جہاں پر اپنی مملکت کو وسیع کیا اور اپنی حکومت کے خزانوں کو معمور کیا وہاں انسانیت کی خدمت بھی کی اور حقیقتاً یہ بات ثابت کر دی کہ وہ اسپین کے عوام کے نجات دہندہ ہیں۔ مسلمانوں کی فتح اسپین سے زندگی کے ہر شعبہ میں اہم تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ شروع شروع میں یہ خیال کیا جاتا تھا کہ مسلمان صرف مالِ غنیمت کے لالچ میں حملہ آور ہوئے ہیں۔ لیکن جب انہوں نے اپنی بستیاں بسانا شروع کیں اور مساجد تعمیر کرنے لگے تب گاتھ کو اس بات کا یقین ہوا کہ ان کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زوال ہو گیا ہے۔ مسلمانوں نے اپنی روایتی رواداری کا پورا پورا ثبوت دیا ئے حکمرانوں نے خراج کی ادائیگی اور اطاعت کے یقین کر لینے کے بعد نہ صرف، غلاموں اور کسانوں کی پوری طرح حفاظت کی بلکہ ان کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا۔ عیسائیوں اور یہودیوں کو پوری مذہبی آزادی حاصل رہی۔ ان کے مذہبی معاملات میں کسی قسم کی دخل اندازی نہ کی گئی۔ البتہ بعض اوقات کسی خاص وجہ سے ان باتوں پر عمل نہ کیا جاتا تھا۔ جیسا کہ ڈوزی کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کی حکومت شروع میں عدل و انصاف پر قائم رہی۔ لیکن رفتہ رفتہ ناانصافی نا رواداری اور زبردستی ان میں رواج پاگئی۔ جیسا کہ قرطبہ کے گرجا کا ادھا حصہ مسلمانوں نے اپنے قبضہ میں کر لیا اور مسجد بنالی۔ اس قسم کے واقعات فتح اسپین کے بہت بعد کے ہیں جن کی ذمہ داری فاتح پر نہیں بلکہ اس فرد واحد (والی) پر ہے جو بعد کے آمرانہ دور کی پیداوار ہے۔

شروع میں مسلمانوں نے رواداری کا بہترین مظاہرہ کیا جو معاہدہ اور شرائط طے پائی تھیں وہ مسلمانوں کے لئے بہر طور قابل احترام تھیں۔ ہول کے کہنے کے بموجب "مسلمانوں کی حکمرانی کا طریقہ نرم تھا اور ان کے عائد کردہ ٹیکس گاتھ کے مقابلے میں کم تکلیف دہ تھے" بعض مورخین نے مسلمانوں کی معمولی معمولی زیادتیوں کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جنگ کے زمانے میں اہل اسپین کو اس وقت سخت زیادتیوں کا سامنا کرنا پڑا جبکہ انہوں نے مسلمانوں کا مقابلہ کیا اور مسلمانوں نے ان گرجاؤں اور قلعوں کو ضرور تباہ کر دیا جن میں ان عیسائیوں نے پناہ لی تھی۔

جیسا کہ قرطبہ میں مغیث نے کیا۔ لیکن اگر اہل اسپین نے اطاعت و فرمانبرداری دکھائی تو ان کو انفرادی اور مذہبی آزادی کے ساتھ ساتھ ان کی جائیدادوں اور املاک کو بھی واگذاشت کر دیا گیا۔ مسلمانوں کے اس عمل کو اہل اسپین نے اس قدر پسند کیا کہ بقول ڈوزی: "کثرت سے عیسائی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اسلامی شرعی قوانین کے نفاذ نے انسانوں کو آزادی و حریت کا پروانہ دیا اور ان کی جائیداد، زمینوں اور املاک کو جاگیر داروں کے پنجوں سے نکال دیا،

اہل اسپین کو اس بات کی اجازت دے دی گئی کہ وہ اپنے فیصلے اپنے ہی قانون اور اپنے ہی ججوں کے ذریعہ کر سکتے ہیں۔ فوجی خدمات کے ادانہ کرنے والوں پر ۱۲ سے ۴۸ درہم تک سالانہ جزیہ عاید کیا گیا۔ اور وہ بھی ان لوگوں سے لیا جاتا جو بر سرِ روز گار ہوتے۔"

ہول Hole نے لکھا ہے کہ جو لوگ ابھی تک عیسائیت پر قائم تھے۔ ان کو تباہ و برباد نہیں کیا گیا بلکہ وہ آزاد تھے۔ انہیں صرف جزیہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ ٹیکس جمع کرنے والے اہل کاروں کو اہل اسپین ہی میں سے نامزد کیا جاتا تھا۔ ملک کے وہ حصے جو مسلمانوں نے بزورِ شمشیر حاصل کئے تھے۔ اور ایسے علاقے جو کلیسا کی ملکیت تھی۔ یا ایسے امراء کی جائیدادیں جو دوسرے ملکوں میں بھاگ گئے تھے فاتحوں نے باہم تقسیم کر لی تھیں۔ لیکن تمام علاقوں سے جو سرف کاشتکار متعلق تھے ان کو مسلمانوں نے مطلقاً نہ چھیڑا۔ اور اسی حکمت عملی پر وہ ہمیشہ کاربند رہے۔ ملک کے اصلی باشندے زراعت کا کام خوب جانتے تھے۔ چنانچہ ان سرف کاشتکاروں کو حکم دیا گیا کہ جس طرح وہ زراعت کا کام کرتے رہے ہیں۔ اسی طرح اپنا کام جاری رکھیں اور جو فصل پیدا کریں۔ اس کے پانچ حصے کریں چار حصے حکومت کے حوالے کریں اور پانچواں خود رکھیں۔ شاہی زمینوں پر سرف کثرت سے آباد تھے۔ یہ زمین ضبط شدہ جائیداد کا پانچواں حصہ تھیں اس لئے انہیں پیداوار کا ایک تہائی حصہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ ان احکامات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عیسائی اپنی جائیداد کے بڑے حصے پر قابض رہے۔ اس کے علاوہ عیسائیوں کو اپنی جائیداد کی خرید و فروخت کا بھی اختیار تھا۔ حالانکہ گاتھ کے زمانے میں ان کو یہ اختیار نہ تھا۔ بہر حال مسلمانوں کی آمد سے معاشرتی انقلاب رونما ہوا۔ کاشتکاروں کو مالکانہ حقوق ملے۔ اور صاحب مراعات جماعتوں کا اقتدار تقریباً ختم ہو گیا۔ غلاموں کی حالت بہتر ہو گئی اور ان کے اوپر جو ظالمانہ حد بندیاں تھیں وہ بھی ختم کر دی گئیں۔

تمام انسانوں کو مساویانہ معاشرتی حقوق ملے اور کسی قوم، ذات یا فرقہ کی تخصیص نہ کی گئی۔ مسلمانوں کی آمد کے بعد سب سے بہتر نتیجہ یہ نکلا کہ اہل اسپین کو ان عیاش پادریوں سے نجات مل گئی۔ جنہوں نے ملک کے معاشرتی حالت کو خراب کر رکھا تھا تمام کلیسا حکومت کی تحویل میں آگئے اور اساقفہ کا عزل و نصب پادریوں کی ایک کمیٹی کے ہاتھ میں دے دیا گیا۔ جس پر حکومت کی منظوری لے لی جاتی تھی۔ (1)

ا۔ ذمیوں کے ساتھ معاشرتی اور سماجی تعلقات

موسیٰ نے یہ مہم اپنی مطمع نظر کے مطابق شروع کی تھی اس لئے وہ مفتوحہ علاقے کے لوگوں سے غیر معمولی نرمی اور حسنِ سلوک سے پیش آنا چاہتے تھے تاکہ رعایا کے دلوں میں مسلمانوں کی طرف سے نفرت پیدا نہ ہو اور حسنِ معاملات سے ان کا ایسا اعتماد حاصل ہو کہ ان کے لئے اسلامی قبضہ و اقتدار بار نہ ہو جائے اور ان مفتوحہ ممالک میں امن

و امان قائم رہے۔ اور اسپین سے شام تک کے علاقے ایک سلسلے میں منسلک ہو جانے سے غیر معمولی تمدنی اقتصادی اور رفاہی فوائد حاصل ہو سکیں۔ چنانچہ اس نے مہم پر روانہ ہونے سے پہلے فوج کو خاص طور پر جن امور کی تلقین کی اور ان کی خلاف ورزی کرنے پر سنگین سزا مقرر کی، وہ حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ کسی علاقے کو تاخت و تاراج نہ کیا جائے۔

۲۔ حملے کے وقت فوجی اخلاق کا خیال رکھا جائے۔

۳۔ رعایا کے مذہبی جذبات کا پورا احترام کیا جائے۔

۴۔ لوٹ مار اور ظلم و جور سے گریز کیا جائے۔

۵۔ مسلمان سپاہیوں کو عدول حکمی کی صورت میں موت کی سزا دی جائے۔ (2)

یوسف سوم نے اپنا دور امن و سکون سے گذارا اور انتظام حکومت میں منہمک رہا۔ یوسف سوم اپنے انصاف، تدبر، حلم اور دیگر خوبیوں کی وجہ سے کافی شہرت رکھتا تھا اس کے تدبر کی یہ شان تھی کہ اکثر عیسائی روساء اپنے آپس کے جھگڑے طے کرانے کے لئے اس کے پاس آتے تھے وہ کھیل کود اور کسرت کا بڑا شوقین تھا اور ان کی سرپرستی کرتا تھا۔ اس نے پہلی مرتبہ اپنی فوجوں میں ورزش اور کھیلوں کو رواج دیا۔ سرحدی صوبوں میں امن و امان قائم کیا۔ اکثر وہ عیسائی قیدیوں کو اسی وقت رہا کر دیتا تھا جبکہ لڑائی جاری ہو جو روایات سابقہ کے خلاف اور تعجب خیز تھا ملک میں امن و چین کی فضا نے لوگوں کی دولت میں اضافہ کر کے ان کی زندگیوں کو خوشحال اور ان کو آرام طلب، کاہل اور عیاش بنا دیا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ عوام میں اتنا دم خم نہ رہا کہ وہ عیسائیوں کی روز افزوں طاقت کا مقابلہ کر سکتے۔ یوسف سوم نے ۸۲۱ھ میں وفات پائی۔ جس کا ایک عرصہ تک عوامی طور پر سوگ منایا جاتا رہا۔

یوسف سوم کے بعد اس کا لڑکا محمد ہشتم الیسار (الٹے ہاتھ والا) تخت غرناطہ پر آیا۔ وہ ایک مغرور اور متکبر شخص تھا اور اپنے فرائض کی بجا آوری سے غفلت برتتا تھا۔ اس نے امراء و شرفاء کو اپنے دربار سے ہٹا کر غلاموں اور خواجہ سراؤں کو اپنا مقرب خاص بنایا اور وہ تمام فلاحی اور تفریحی ادارے جو اس کے باپ نے شروع کئے تھے بند کرا دیئے۔ عوام اس سے سخت بیزار تھے۔ یہاں تک کہ قبیلہ بنو سراج اور ثغریوں (سرحدی علاقے کے لوگوں) نے اس کے خلاف بغاوت کر کے اس کو تیونس کی طرف بھگا دیا۔ (3)

یوسف کے بعد اس کا بیٹا یعقوب المنصور تخت پر بیٹا اور دنیا میں اپنا غلغلہ ڈال دیا۔ نصاریٰ کے ساتھ ان کے بہت سے معرکے ہوئے۔ ان میں سے سب سے بڑا وہ معرکہ ہے جو ۵۹۱ھ میں غزوہ ارک کے نام سے مشہور ہے۔ ارک نواحی

بطلیوس واقع ہے۔ اس معرکہ نے واقع زلاقہ کو گرد کر دیا۔ اس میں مسلمانوں کو مالِ غنیمت بہت ہاتھ آیا۔ عیسائی مقتولین کی تعداد ایک لاکھ چھیالیس ہزار بتلائی جاتی ہے اور قیدیوں کی تیس ہزار۔ اس لڑائی میں ڈیڑھ لاکھ خیمہ، اسی ہزار گھوڑے، ایک لاکھ خچر، چار لاکھ گدھے شامل تھے۔ کفار خچروں اور گدھوں ہی پر خیمے وغیرہ لاد کر لائے تھے۔ کیوں کہ اُن کے یہاں اونٹ نہیں ہوتے۔ جواہر و دیگر اموال کی تو کچھ حد ہی نہ تھی۔ ایک ایک قیدی ایک ایک درھم میں، تلوار نصف درم میں گھوڑے پانچ درھم میں اور خچر ایک درھم میں فروخت ہوئے۔ یعقوب المنصور نے مالِ غنیمت شرع شریف کے موافق تقسیم کیا۔ الفنش بادشاہ نصاریٰ بہت برے حال میں طلیطلہ کی طرف بھاگ گیا۔ یہاں پہنچ کر اُس نے اپنا سر اور داڑھی منڈواڈالی، صلیب توڑ ڈالی اور یہ عہد کیا کہ نہ فرش پر سوئے گا، نہ عورت کے پاس جائے گا نہ گھوڑے یا کسی اور جانور پر سوار ہو گا، تاوقتیکہ مسلمانوں سے انتقام نہ لے لے۔ اس کے لئے اس نے جزائر اور بلاد بعیدہ سے فوج جمع کی۔ یعقوب نے اُس کا مقابلہ کیا، پھر شکست دی اور طلیطلہ تک پیچھا کیا۔ یہاں پہنچ کر وہ قلعہ بند ہو گیا۔ یعقوب نے اس کا محاصرہ کر لیا منجنیق سے شہر پر پتھر پھینکے، اور بہت تنگ کیا۔ اور آخر طُلیطُلہ فتح کر کے چھوڑا۔
علامہ مقری نے لکھا ہے:

"فخرجت إليه والدة الأذفونش وبناته ونساؤه وبكين بين يديه وسألنه إبقاء البلد عليهن فرق لهن ومن عليهن بها ووهب لهن من الأموال والجواهر ما جل وردهن مكرمات وعفا بعد القدرة وعاد إلى قرطبة فأقام شهرا يقسم الغنائم وجاء ته رسل الفنش بطلب الصلح فصالحه وأمن الناس مدته وفيه يقول بعض شعراء عصره.

أَهْلٌ بِأنْ يَّسْعٰى إِلَيْهِ وَيُرْتَجٰىوَيُزَارُ   مِنْ أَقْصَى الْبِلاَدِ عَلَى الرِّجَا

مَنْ قَدْ غَدًا بِالْمُكْرِمَاتِ مُقَلِّدًا   ومُوَشِّحًا وَمُخْتِمًا وَمُتَوَّجًا (4)

ترجمہ: الفونش کی ماں اور بیٹیاں اور عورتیں یعقوب کے پاس آکر رونے لگیں، اور اُس سے یہ درخواست کی کہ شہر اُن کے واسطے چھوڑ دیا جائے۔ یعقوب کو اُن پر رحم آگیا، اُن پر احسان کیا، اور بہت سے اموال وجواہرات اُن کو عطا کئے اور عزت کے ساتھ اُن کو واپس کر دیا۔ باوجود کہ اُن کو قدرت تھی مگر اُنہوں نے عفو سے کام لیا اور قرطبہ واپس چلے آئے۔ مالِ غنیمت تقسیم کرنے کے لئے ایک ماہ انہوں نے یہاں قیام کیا پھر الفنش کے ایلچی طلب صلح کے لئے اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے، چنانچہ صلح ہو گئی اس کے بعد امن کامل رہا۔ اُن کے زمانہ امن کے متعلق ایک شاعر نے ایک قصیدہ لکھا ہے جو اب تک محفوظ ہے۔

وہ اس بات کے لائق ہے کہ اس کی طرف جایا جائے اور اس سے امید کی جائے۔ اور دور دراز کے ممالک سے تمنا کی بناء پر اس کی زیارت کی جاتی ہے۔ وہ ایسا آدمی ہے جو کل کے دن کے لیے بھی انعامات اپنے پاس موجود رکھتا ہے۔ جو خوبصورت لڑیوں کا تاج پہنے ہوئے باوقار شخصیت کا مالک ہے۔

۲۔ مسلمانوں اور اندلس کے عیسائیوں میں معاشرتی تعلقات

اسپین کے غیر مسلم معاشرے میں عیسائی معاشرہ قدیم ہونے کی وجہ سے صف اول میں آتا ہے۔ عیسائیوں کی معاشرتی حالات کی تفصیل خود عیسائی مورخین اسکاٹ، ڈوزی اور کونڈے کی زبانی ان کی کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوتی ہے۔ عیسائی معاشرہ پوری طرح ایک مذہبی معاشرہ تھا۔ تمام معاشرتی اور سماجی امور پر مذہب کی چھاپ لگی ہوئی تھی۔ کلیسہ کے اجارادار ہر عیسائی کی معاشرتی تنظیم کے ذمہ دار تھے۔ مسلمان کے دور میں ان کو پوری مذہبی آزادی حاصل تھی۔ صرف معمولی جزیہ دے کر وہ حکومت کے ضابطہ تحفظ میں داخل ہو جاتے تھے ان کے تمام سماجی قوانین کلیسہ کے منتخت کردہ تھے اور جو رسومات عیسائیت نے ان میں قائم کر دی تھی وہ سب پوری طرح ان کے مطیع تھے البتہ مسلمانوں کی تہذیب و معاشرہ نے ان پر کافی اثر کیا تھا اور وہ اپنی روز مرہ کی سماجی زندگی میں مسلمانوں سے کافی متاثر نظر آتے تھے۔ جو برائیاں ان میں گاتھ کے زمانہ میں موجود تھیں وہ حسب سابق موجود رہیں۔ شراب کا کثرت سے استعمال کرتے تھے۔ کلیساؤں میں بت پرستی عام تھی اور قربان گاہوں پر نذرانے چڑھانے کی رسومات موجود تھیں۔ البتہ اپنی سابقہ زبان لاطینی سے نابلد ہو چکے تھے اور عربی زبان کا بامحاورہ استعمال کرتے تھے۔

حتیٰ کہ اناجیل کے ترجمہ بھی عربی میں پڑھتے تھے۔ گندگی اور غلاظت کے پوٹ تھے۔ طہارت اور غسل کرنا قانون کلیسہ کے تحت ممنوع تھا۔ ناخن بڑھانے کا رواج عام تھا۔ اپنی عید اور تہوار کو مناتے اور خوب خوب بدمستیاں کرتے تھے۔ عورتوں کی عزت و ناموس کی حفاظت کا تصور بھی ان کے پاس نہ تھا جس کی بناء پر کلیساؤں میں کنواری مریم کے نام پر وقف ہو جانے والی راہبات کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہو جاتا تھا۔ عیسائی عورتوں کی اکثریت نے مسلمانوں کے گھروں کو پسند کر لیا تھا۔ جو عورتوں کی پوری حفاظت اور عزت کرتے تھے۔

گرجا اس وقت بھی عیاشی اور بدکاری کا مرکز تھے۔ البتہ مسلم حکومت کی وجہ سے اعلانیہ اس بدکاری کا ارتکاب قانون انصاف کی رو سے باعث سزا ہوتا تھا۔ جس کو کلیسہ کے عہدہ دار عیسائیت میں دخل اندازی قرار دیتے تھے۔ عموماً عیسائیوں کے محلے مسلمانوں کے علاقوں سے الگ ہوتے تھے۔ لیکن کاروبار تجارت اور دیگر اجتماعات میں وہ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ہوتے تھے۔ مسلمانوں نے اپنی رواداری کی بناء پر ان کے معاشرتی معاملات میں کبھی دخل اندازی نہ

کی۔ جہاں تک مجلسی آداب واخلاق کا تعلق تھا وہ مسلمانوں کی صحبت سے کافی سیکھ گئے تھے۔ حصولِ تعلیم پر بھی ان کے لئے کوئی پابندی نہ تھی۔ وہ اگر چاہتے تو مسلمانوں کے مدارس میں بھی تعلیم حاصل کر سکتے تھے۔ ویسے ان کے علیحدہ مدارس بھی ہوتے تھے۔ جن میں قانون کلیسہ کے مطابق تعلیم دی جاتی تھی۔ عیسائی مردوں کی کثیر تعداد حکومت اور جاگیر داروں کی ملازمت بھی کرتی تھی اور کارنامے بھی انجام دیتی تھی کیونکہ ان کے مذہب میں بھی فرقہ بندی موجود تھی اس لئے اکثر وہ آپس میں لڑ پڑتے تھے۔ ان کے اختلافات کا فیصلہ ان کی اپنی عدالت کرتی تھی جو قوانین کلیسہ کے ماتحت کام کرتی تھی۔ گو نکاح و طلاق کے قوانین میں اسلام کے اثرات داخل ہو چکے تھے۔ لیکن وراثت کے دیرینہ قانون کلیسا پر قائم تھے اور عورت کو کوئی حق نہ دیتے تھے۔ اکثر عیسائی کئی کئی شادیاں کرتے تھے۔ جو کلیسا کے قانون کے مطابق تو ناجائز تھا لیکن وہ حکومت کی منظوری حاصل کر لیتے تھے۔ تو ہم پرستی میں تمام عیسائی برابر تھے۔ بیماری کو ارواحِ خبیثہ کا اثر سمجھتے تھے۔ اور تعویذ، گنڈوں، دعاؤں اور قربانیوں کے ذریعہ خبیث روح سے نجات حاصل کی جاتی تھی۔ خواہ اس دوران مریض کی موت ہی کیوں نہ ہو واقع ہو جائے اس کو دواخانہ یا شفاخانہ تک نہ لے جایا جاتا تھا۔

دیگر طرح طرح کے توہمات ان کی معاشرتی زندگی کا جز تھے جن کو وہ اپنے سے الگ کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ مذہب کے نام سے کورے تھے۔ اور اپنے راہبوں کی باتوں کو انجیل کے الہامی احکامات تصور کرتے تھے۔ البتہ شعر و ادب میں وہ مسلمانوں کی صحبت سے نہ بچ سکے اور عربی ادب کی چاشنی سے دور نہ رہ سکے۔ ان کی معاشرتی زندگی میں بھی شعر و ادب کو اتنا ہی دخل ہو گیا تھا جتنا کہ مسلمانوں کو تھا۔ مجموعی حیثیت سے دیکھا جائے تو وہ مسلمانوں کے زیادہ قریب تھے اور انہوں نے اپنے آپ کو مسلم معاشرہ سے دور کرنے کی کوشش بھی نہ کی لیکن پھر بھی ان کے سینوں میں مسلمانوں کے خلاف غیض وغضب کی جو آگ بھڑک رہتی تھی اس کا سہرا ان کے متعصب عیسائی عہدہ داران کلیسا کے سر پر ہے۔ (5)

۳۔عیسائیوں میں شادی

امیر عبد العزیز نے لرزیق کی بیوہ انجیلونا سے خود شادی اور اس کو اپنے عیسائی مذہب پر قائم رہنے دیا۔ امیر کی تقلید میں دوسرے مسلمانوں نے بھی عیسائی عورتوں سے شادیاں کرنی شروع کر دیں۔ شہروں کے ان مکانات میں جو لڑائیوں میں عیسائیوں کے مفرور و مقتول ہونے سے خالی و ویران ہو گئے تھے مسلمانوں نے اقامت اختیار کی اور عیسائیوں کے ساتھ مل کر شہروں اور قصبوں میں رہنے سہنے لگے۔ امیر عبد العزیز نے یہی نہیں کہ عیسائیوں کو مذہبی آزادی عطا کی، بلکہ عیسائیوں کے شہروں اور قصبوں کا نظام بھی مقرر کیا۔ (6)

آئی، ایچ برنی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"عبد العزیز نے راڈرک کی جواں سال بیوہ ایجلیونہ سے شادی کر لی تھی وجہ صرف یہ تھی کہ عیسائیوں کی دلجوئی ہو سکے۔ کیونکہ وہ عیسائی مذہب پر تھی اس لئے اہل کتاب ہونے کی وجہ سے اس کا اسلام لانا بھی ضروری نہ تھا۔ چنانچہ وہ عیسائی رہی۔ اس کے بطن سے ایک لڑکا عاصم پیدا ہوا۔"(7)

ابو الحسن کی دو بیویاں تھیں۔ ایک خاندان نصر کی اور دوسری ایک عیسائی کنیز ازابلہ۔ پہلی بیوی کے دو لڑکے ابو عبد اللہ اور یوسف تھے۔ اور عیسائی کنیز ازابلہ سے بھی ایک لڑکا تھا۔ ابو الحسن اپنی عیسائی بیوی سے زیادہ مانوس تھا۔ اس لئے یہ خیال اغلب تھا کہ وہ پہلی بیوی کے ساتھ ناانصافی کر کے عیسائی بیوی کے لڑکے کو اپنا جانشین مقرر کر دے گا۔ چنانچہ اس بنیاد پر امراء و اراکین دربار میں دو فریق بن گئے ایک فریق پہلی بیوی کا طرف دار ہو گیا اور دوسرا فریق دوسری بیوی کا۔ آپس کی اس رسہ کشی کا یہ انجام ہوا کہ عیسائی بیوی کے طرف دار ہار گئے اور شریف اور بہادر خاندان بنو سراج کو بڑی بے رحمی کے ساتھ قصر الحمراء کے ایوان میں بلا کر قتل کر دیا گیا۔ یہ غرناطہ کی قوت کا ناقابل تلافی نقصان تھا۔ عیسائیوں نے ۸۹۱ھ میں غرناطہ کی حالت کا اندازہ کرتے ہوئے اس کے جنوب مغربی قلعہ الحمرا پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا۔ اور کثیر مسلمان مرد عورتیں اور بچے قتل کر دیئے گئے۔ ابو الحسن و اہل غرناطہ نے دوبارہ الحمرا پر قبضہ کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے۔(8)

۴۔اندلس میں یہود کی معاشرتی زندگی

اندلس میں اسلامی معاشرے میں یہود نے ۸ صدیوں سے زیادہ زندگی گذاری اور وہ مسلمانوں کی عادات اور رسم و رواج سے متاثر ہوئے۔ ان کی زندگی مختلف رہائشی کالونیوں میں محلوں میں مسلمانوں کے ساتھ گذری۔ مسلمانوں نے انہیں ان کی عادات رسم و رواج اور دینی شعائر کی ادائیگی میں رواداری سے کام لیا۔ اور انہیں اس قابل بنایا کہ وہ اپنی عادات اور رسم و رواج کی حفاظت کر سکیں۔

۵۔یہودی معاشرہ

یہود کی معاشرتی حالت عیسائیوں سے بدرجہا بہتر تھی۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ صدیوں پہلے سے تہذیب و ثقافت سے آشنا ہو چکے تھے اور سامی النسل ہونے کی وجہ سے مشرقی اقوام سے بہت کچھ حاصل کر چکے تھے۔ دوسری بات یہ تھی کہ وہ اپنے معاشرہ میں کسی غیر یہودی خون کو شامل نہ کرتے تھے۔ نہ اپنی عورتیں باہر جانے دیتے اور نہ دوسری

اقوام کی عورتوں کو اپنے یہاں داخل کرتے تھے۔ عیاش طبع نہ تھے۔ اور اپنے مذہبی احکام پر سختی سے عمل پیرا ہوتے تھے۔ گو مذہبی امور میں وہ بھی اپنے مقتدا ربی کے حکم کے پابند تھے لیکن بذات خود ہر یہودی اپنے مذہب پر پوری طرح عبور رکھتا تھا۔ لڑائی جھگڑا جنگ و جدل ان کے مابین کبھی نہ ہوتی تھی۔ اور وہ سب آپس میں ایک خاندان کی طرح تھے۔ کیونکہ وہ زیادہ تر تجارت پیشہ تھے اس لئے جنگ و جدل سے پرہیز کرتے تھے۔

تجارت اور مال و دولت کے جمع کرنے کی ہوس ان میں تمام اقوام عالم سے زیادہ تھی۔ اسی بناء پر ان کی اندر عاجزی انکساری اور اطاعت کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ وہ ہر حکومت کے تابع ہو جاتے اور ہر فاتح کا خیر مقدم کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ بر سہا برس سے تمام اقوام عالم ان پر ان کی دولت مندی کی وجہ سے شدید مظالم توڑتی چلی آئی تھیں۔ اس لئے وہ سخت جان ہو چکے تھے۔ اور ہر مصیبت کو برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ مسلمانوں سے قبل عیسائیوں نے ان پر جو مظالم کئے تھے ان کی بناء پر وہ مسلمانوں کا شاندار استقبال کرنے پر مجبور ہوئے۔ مسلمانوں نے بھی ان کی امداد کا ان کو خوب خوب بدلہ دیا اور ان کو ان کے معاملات دنیوی اور دنیاوی میں آزاد چھوڑ دیا۔ بلکہ ان سے جزیہ تک کی رقم نہ لی۔ گو وہ مسلمانوں کے پوری طرح تابع اور فرمانبردار تھے۔ لیکن خود ان کا اپنا بھی ایک نظام تھا جس میں ان کا ایک بادشاہ اور وزیر وغیرہ ہوتے تھے کیونکہ یہ نظام ان کا اپنا ذاتی تھا اور مسلم حکومتوں کو اس سے کبھی نقصان نہ پہنچا تھا۔ اس لئے ان کے اس نظام کو ختم کرنے کی کبھی کوئی کوشش نہ کی گئی تھی۔ ان کا معاشرہ بڑی حد تک مسلمانوں سے ملتا جلتا تھا لیکن سود خوری اور بخل نے ان کو ہمیشہ ہدف ملامت بنائے رکھا۔ شراب کا استعمال نہ کرتے تھے۔ جوئے سے دور بھاگتے تھے۔ البتہ اپنی دولت کو تجارت میں لگانا فرض سمجھتے تھے۔ علم و ادب سے ان کو خاص شغف تھا اور بلاشبہ وہ علم و ادب میں مسلمانوں کے پیشوا تھے۔ طب، ہیت و نجوم میں کافی شہرت رکھتے تھے اور مسلمانوں نے ان سے ان فنون میں کافی استفادہ کیا تھا۔ ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر مذہب پوری طرح حاوی تھا۔ البتہ بے انتہا وہمی اور فال و شگون کے قائل تھے۔ خود کو مواحد کہتے تھے لیکن بت پرستی عام تھی۔ سحر و جادو سے ڈرتے اور ساحروں کے ہاتھوں میں جلد کٹ پتلی بن جاتے تھے۔ روزمرہ کے مظاہر قدرت سے کوئی نہ کوئی شگون اور نجومی راز نکال لیتے تھے۔ عورتوں کی قدر و منزلت ان کے یہاں بھی زیادہ نہ تھی اور وہ سخت پردہ میں رکھی جاتی تھیں۔ ان کو مذہبی تعلیم کے علاوہ آگے تعلیم دینا کفر سمجھا جاتا تھا۔ البتہ مسلمانوں کی صحبت اثر سے عورتوں پر سختی کچھ کم ہو گئی تھی اور وہ بازاروں میں خرید و فروخت کرنے لگی تھیں امداد باہمی کا طریقہ ان میں رائج تھا۔ اور کوئی یہودی بھیک مانگتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ دولت مندی میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ اکثر حکومتیں ان کی مقروض ہوتی تھیں۔ (9)

۶۔ مسلمانوں اور اندلس کے یہودیوں میں معاشرتی تعلقات

اندلس کے مسلمان یہودیوں پر اعتماد نہیں کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ لوگ دھوکہ باز اور جھوٹے ہیں۔ اس وجہ سے وہ ان سے اجتناب کرتے تھے۔ اس حوالے سے بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ اور مسلمانوں کے ذہنوں میں اس تصور کو مزید تقویت اس بات سے ملی کہ یہود لوگوں کو حقارت امیز نظروں سے دیکھتے ہیں۔ ان کی کتاب تالمود میں آیا ہے کہ انسان اور حیوان کے درمیان فرق اس طرح ہے جس طرح یہودیوں اور باقی لوگوں میں فرق ہے۔ اور تالمود میں اس حوالے سے انتہائی درجے کی نفرت اور حقارت کا اظہار کیا گیا ہے بالخصوص اہل مغرب کے حوالے سے اس میں یہاں تک لکھا ہے کہ اہالیان مغرب مجرموں کا ٹولہ ہے۔

اور جہاں تک یہودیوں کا مسلمانوں کے ساتھ دشمنی و عداوت کو رفع کرنے کا تعلق ہے وہ اس طرح ہے کہ یہودی نظریاتی طور پر دشمنی رکھتے ہیں۔ بس وہ ہر اس شخص کے دشمن ہیں جو غیر یہودی ہے اور عداوت کے اس تصور کو کبھی بھی ختم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہودی مذہب کے مطابق غیر یہودی کبھی بھی یہودی نہیں بن سکتا۔ یہودیوں کے تصور میں یہودی وہ ہی ہے جو نسباً بھی یہودی ہو اور اس شخص کو یہودی شمار نہیں کیا جاتا جو یہودی مذہب اختیار کرے اور اس کے اصل نسل کا تعلق یہودی سے نہ ہو۔

اور جہاں تک مسلمانوں کا یہودیوں کے ساتھ عداوت و دشمنی کا تعلق ہے تو وہ یہودیوں کا اسلام کے ساتھ دشمنی کی وجہ سے ہے اور جس وقت وہ اس دشمنی کو چھوڑ دے اور اسلام کو بطورِ مذہب اختیار کر لے تو اسی وجہ سے یہ دشمنی ختم ہو جاتی ہے اور وہ یہودی مسلمانوں میں سے ایک فرد ہوتا ہے۔

اندلس کے مسلمانوں نے یہودیوں کے اخلاق اور طبیعت کو جانتے ہوئے بھی ان کے ساتھ اللہ اور رسول کے فرامین کے مطابق عدل و انصاف کا معاملہ کیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (10)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کے لیے مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے انصاف پر مبنی گواہی دینے والے ہو جاؤ اور کسی قوم کی سخت دشمنی (بھی) تمہیں اس بات پر برانگیختہ نہ کرے کہ تم (اس سے) عدل نہ کرو۔ عدل کیا کرو (کہ) وہ پرہیز گاری سے نزدیک تر ہے، اور اللہ سے ڈرا کرو! بے شک اللہ تمہارے کاموں سے خوب آگاہ ہےO

حضور نبی اکرم نے ذمیوں کے حوالے سے نصیحت فرمائی:

أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا أَوْ انْتَقَصَهُ أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ فَأَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ(11)

ترجمہ: جس نے کسی ذمی کے ساتھ ظلم کا معاملہ کیا یا معاہدہ کے خلاف ورزی کی اور اس ذمہ پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ ڈالا اور اس کی رضامندی کے بغیر اس کی کسی چیز پر قبضہ کیا تو میں روزِ قیامت اس کے ساتھ جھگڑوں گا۔

یہی وجہ ہے کہ اندلس کے بعض فقہاء کرام نے ضرورت کے تحت اس چیز کی تصریح کی ہے کہ مسلمان مقامی مسجد کے باہر عدالت لگائے تا کہ یہودی اور دیگر غیر مسلم کی ان تک رسائی ہو اور ان کے تنازعات کو رفع کیا جاسکے۔ (12)

اندلس کے یہودیوں نے اپنے بارے میں مسلمانوں کے انصاف اور ان کا عدل کرنے کا خوب مشاہدہ کیا تھا۔ پس جب یہودیوں کا مسلمانوں کے ساتھ کسی بات پر اختلاف ہو جاتا تو اپنے تنازعہ کو اسلامی عدالت میں لے جاتے کیوں کہ انہیں اس بات پر اعتماد اور یقین تھا کہ مسلمانوں کی عدالت ضرور انصاف کرے گی۔ حتیٰ کہ اگر ان کا جھگڑا کسی مسلمان حکمران یا حکمران کے بیٹے کے ساتھ بھی ہو تا تو اسے بھی مسلمانوں کی عدالت میں لے جاتے۔

مسلمانوں کا یہودیوں کو عدل و انصاف کو فراہمی کی بناء پر یہودیوں کی اکثریت اپنے فیصلوں کے لئے یہودی قاضیوں کی بہ نسبت مسلمان قاضیوں کی طرف رجوع کرنے کو ترجیح دیتی۔ جب ان کے درمیان آپس میں کوئی تنازع ہو جاتا تو وہ خیال کرتے کہ یہودیوں کی نسبت مسلمان قاضی زیادہ عدل و انصاف کرنے والے ہوتے ہیں۔ اسی بارے میں ونشریسی نے کہا ہے:

"سئل ابن العطار عن جماعة من اليهود، يطالبون شخصاً منهم بمظالم ودعاوى، ويزعمون أنَّ لهم براهين ببيّنة يهود، ويذهبون إلى محاكمته ببينة اليهود، والمدّعى عليه يرغب بمحاكمته عند حكام المسلمين، إذ بيده وثيقة عربية بعدول المسلمين مما يطالبونه به" (13)

ترجمہ: ابن عطار سے یہودیوں کے ایک گروہ کے بارے میں پوچھا گیا کہ ان میں ایک شخص کے جھگڑوں کے فیصلے کے بارے میں گواہوں کی موجودگی میں اپنی عدالت لے جانا چاہتے تھے۔ جبکہ مدعی علیہ اپنے فیصلے کے لئے مسلمان حاکم کے پاس جانا چاہتا تھا۔ اس وقت اس کے ہاتھ میں مسلمانوں کے عدل کے بارے میں ایک عربی وثیقہ تھا جس کا وہ مطالبہ کر رہے تھے۔

مسلمان اندلس میں غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ خلاف نے ابن سہل کے حوالے سے لکھا ہے:

"وذكر ابن سهل فى هذا المقام قضية طريفة: فيمن قال لامرأة نصرانية أسلمى وأعطيكِ دارى هذه، لدارٍ هو فيها ساكن، فأسلمت ثمَّ مات الزوج قبل أن تقبضها المرأة، قال القاضى: الدار لها والإشهاد يجزيها من الحيازة، لأنها ثمن إسلامها، وليس من بابِ العطيّة."(14)

ترجمہ: ابن سہل نے بیان کیا ہے: کہ کسی مسلمان نے عیسائی بیوی کو دعوت دی کہ تو اسلام قبول کر لے میں اپنا یہ گھر دے دوں گا۔ بعد ازاں وہ فوت ہو گیا اس سے پہلے کہ بیوی مکان پہ قبضہ کر لیتی۔ اس پہ قاضی نے عورت کے حق میں فیصلہ دیا کہ اس کا اسلام قبول کرنا ہی کافی ہے اور یہ گھر اس کے قبول اسلام کا بدلہ ہے۔ اور یہ تحفہ نہیں۔

بہر حال مسلمانوں کی یہودیوں کے ساتھ حسن سلوک کی بہت سی مثالیں ہیں۔ حتیٰ کہ بعض مسلمانوں نے اپنے دوستوں کو خطوط پہنچانے کے لئے یہودیوں پہ اعتماد کیا۔ الشنترینی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دوستوں میں سے ابو المغیرۃ عبد الوہاب بن حزم کو یہودی ذریعہ سے خط پہنچا تھا جس کا جواب ابو المغیرہ نے دیتے ہوئے کہا:

"وأبدأ بحديثِ اليهودى موصل كتابك." (15)

ترجمہ: میں یہودی کی بات سے آغاز کرتا ہوں جو تیرا خط پہنچانے والا ہے۔

المستعربون کے مصنف غویمز نے لکھا ہے:

"ثمة حقيقة مهمة تمكننا من تحليل ديمومة أقليات المستعربين فى الأندلس، ودرجة التعايش المختلط فيها هى الصفة السياسية التى منحها الحكام المسلمون إلى المستعربين، والتى استطاع هؤلاء بفضلها الاحتفاظ بقوانينهم القوطية الغربية (El Fuero Juzgo) فى المجال المدنى، وبشرائع وطقوس الكنيسة الإسبانية القديمة فى المجال المدنى، كما تمتعت جالياتهم بحكم ذاتى كامل دون أن يتصادم ذلك مع القضاء الإسلامي." (16)

ترجمہ: اور یہاں ایک واضح حقیقت بھی ہے جو ہمیں اس قابل بناتی ہے کہ ہم اندلس میں موجود غیر مسلم اقلیتوں جن کا تعلق دیمومہ سے ہے کا جائزہ لیں اور اس کے ساتھ اس بات کا بھی جائزلیں کہ دونوں یعنی مسیحی اور مسلمانوں کے درمیان مخلوط طرز زندگی کس حد تک تھا۔ اور یہ مخلوط طرزِ زندگی

ایک ایسی سیاسی صفت ہے جو مسلمان حکمرانوں نے غیر مسلموں کو عطا کی اور وہ اسی خصوصیت کی وجہ سے اپنے قوطیہ مغربی قوانین کی حفاظت کر سکے۔ شہری زندگی میں اور اسی طرح انہی خصوصیت کے ذریعہ قدیم ہسپانوی چرچ کی عبادت کے قوانین کی عوامی زندگی میں حفاظت کر سکے۔ اور اسی طرح غیر مسلموں کے اس مستقل نظام حکومت سے لطف اندوز ہوتے رہے جس کا اسلامی عدالتی نظام کے ساتھ کوئی تصادم نہ تھا۔

مسلمان حکمرانوں نے ان تمام لوگوں کو سلامتی کا پیغام دیا جو اپنے دین پر قائم و دائم رہے جیسے یہود و نصاریٰ اور اسی طرح مسلمانوں نے اسی پیغام کے ذریعے غیر مسلموں کی جان و مال کی حفاظت کی۔ اور انہوں نے انہیں عقیدے کی آزادی اور دینی شعائر کو قائم کرنے کی آزادی عطا کی۔ اور نصاریٰ کو ان کے عدالتی امور میں بہت وسیع آزادی عطا کی۔ انہیں اپنے آپ کو منظم کرنے کا موقع دیا۔ اس سے پہلے وہ معاشرتی ظلم و استبداد کا سامنے کر رہے تھے اور وہ اپنی آزادی عقائد اور مال و اموال سے محروم تھے۔ چنانچہ محمد کرد علی نے لکھا ہے۔

"شعر الأسبان بالفرق بين حكم العرب وحكم القوط، ورأوا من تسامح العرب وتفانيهم فى نشر العدل بين الناس ما يثلج الفؤاد؛ فأحب الأسبان العرب محبة خالصة، ورأوا البون الشاسع بين الحضارة التى يحملها المسلمون، وما كان للقوط من الثقافة المتأخرة، وكانت أقرب إلى الهمجيّة. ولم يمض قرن حتى أخضعت القرى وكثرت المزارع، واتصل العمران، وتزاحم الناس على سكنى المدن، وأمست قرطبة عاصمة الخلافة الأندلسية كعواصم أوروبا اليوم، وأصبحت عاصمة علم وصناعة وفن وتجارة." (17)

ترجمہ: ہسپانوی لوگوں نے عرب کے نظام حکومت اور بادشاہ گاتھ کے نظام حکومت کے مابین واضح فرق محسوس کیا۔ اور انہوں نے عربوں کی رواداری کو لوگوں کے مابین عدل و انصاف کو پھیلانے کے دوران واضح شکل میں دیکھا۔ درآں حالیکہ ان کی رواداری نے دلوں کو راحت بخشی اور ہسپانوی لوگوں نے عربوں کو بہت زیادہ پسند کیا اور انہوں نے اس تہذیب و تمدن کو جو کہ مسلمانوں کے ہاں پائی جاتی تھی اور جو بادشاہ گاتھ کے ہاں تھی، میں واضح فرق دیکھا۔

۷۔ خلفاء نے اندلس کے قدیم باشندوں کا خصوصی خیال رکھا:

حضرت عمر بن عبد العزیز نے سمح کو ان کے روانہ ہونے کے وقت ذیل کی ہدایتیں دیں کہ وہ اندلس پہنچ کر اپنی تحقیقات سے مرکزی حکومت کو مطلع کریں۔

ا۔ اندلس کی زمینیں جن جن نوعیتوں سے فتح ہوئی ہوں ان کی تفصیلات مہیا کی جائیں تا کہ ان زمینوں کی ملکیت اور عشر وخراج کا فیصلہ شرعی احکام کے بموجب کیا جائے۔

۲۔ اندلس اسلامی ملکوں سے بہت دور پڑتا ہے اس لئے یہاں کے مسلمانوں کی اجتماعی طاقت اور ان کے استحکام پر نظر ڈالی جائے۔ اگر حالات سازگار نہ ہوں تو مسلمان وہاں کی سکونت چھوڑ کر واپس چلے آئیں اور ملک اس کے قدیم باشندوں کے سپرد کر دیا جائے۔(18)

مؤرخین نے لکھا ہے کہ مسلمان حکمرانوں نے اندلس کے قدیم باشندوں بالخصوص غیر مسلم ذمیوں کا خاص لحاظ کیا۔ عنبسہ نے اندلس کی حکومت کی بدنظمیوں کو خاص طور پر دور کیا۔ نئی اصلاحات رائج کیں۔ نئے نظام میں اندلس کے عیسائیوں اور ذمیوں کا خاص طور پر لحاظ رکھا۔ اتفاق کی بات ہے کہ اسی زمانہ میں اندلس کے یہودیوں کی ایک بڑی جماعت ترک سکونت کر کے شام چلی گئی۔ عنبسہ نے ان تارکان وطن کی جائیدادیں اندلس کے باشندوں میں نئے سرے سے تقسیم کیں۔ اسی زمانہ میں افریقہ سے قبائل بربر کا ایک بڑا قافلہ اندلس میں آباد ہونے کے لئے آیا۔ ان کے لئے زمینوں کا بندوبست کیا اور مناسب طریقوں سے انہیں مختلف شہروں میں آباد کیا۔

۸۔ غیر مسلموں کے ساتھ بہترین معاشرتی رویہ

اسلام کی فتح سے پہلے اندلس کے باشندے نہایت کسمپرسی کی زندگی گذارنے پر مجبور تھے۔ وہ گوتھوں کے ظلم وستم کی چکی میں پس رہے تھے۔ کوئی پرسان حال نہ تھا جانوروں سے بدتر سلوک کیا جاتا تھا۔ مسلمانوں سے وہ نہایت مطمئن اور خوش تھے حتی کہ مسلمانوں کے خلاف وہ کسی مذہبی رہنما کا فتوی بھی خاطر میں نہ لانے تھے۔ لین پول نے لکھا ہے:

> "Even their priests, who had lost most of all, were at first but little incensed with the change, as the old chronicle, ascribed to Isidore of Beja, written at Cordova in 754, shows. The good monk is not even scandalized at so unholy an alliance as the marriage between Roderick's widow and the son Musa. But the the best proof of the satisfaction of the Christians with their new rulers is the fact that there was not a single religious revolt during the eighth century."(19)

ترجمہ: 754ء میں قرطبہ کے بشپ بی جاBeja نے فتوی جاری کیا تھا کہ ایک نیک راھب کا یہ فرض ہے کہ وہ راڈرک کی بیوہ اور موسیٰ کے بیٹے کے رشتہ ازدواج کو ناپاک سمجھتے ہوئے اس کی حمایت

نہیں کرے گا لیکن اندلس کے عیسائیوں نے اس کا کچھ اثر قبول نہ کیا بلکہ پوری آٹھویں صدی میں کوئی مذہبی انقلاب برپا نہ کیا کیونکہ عیسائی اپنے نئے عرب حکمرانوں سے بہت ہی مطمئن تھے۔

"Above all, the slaves, who had been cruelly ill-used by the Goths and Romans, had cause to congratulate themselves upon the change. Slavery is a very mild and humane institution in the hands of a good Mohammedan." (20)

ترجمہ: گوتھوں اور رومیوں کے دور میں غلاموں کے ساتھ بہت برا برتاؤ کیا جاتا تھا، اب یہ غلام یعنی نئے حکمرانوں کی تبدیلی پر اپنے آپ کو مبارک باد کے مستحق سمجھتے تھے۔ غلامی کا قدیم ادارہ مسلمانوں کے نرم اور بہتر سلوک سے بہت خوش تھا۔

"Yet step by step this difficult region was subdued. Seeing the scrupulous justice and honour of the Sultan, who kept his treaties with the Christians in perfect good faith, and observed the utmost clemency to those who submitted to him." (21)

ترجمہ: لیکن آہستہ آہستہ عبدالرحمن نے یہ علاقے بھی فتح کر لئے وہ اپنی عدل پسندی اور خودداری کی بناء پر عیسائیوں سے کئے گئے معاہدوں پر کامل ایمان کے ساتھ قائم رہتا رہا ہے۔ جو لوگ اس کی اطاعت قبول کر لیتے، وہ ان کے ساتھ انتہائی ہمدردی کے ساتھ پیش آتا۔

۹۔ معاہدوں کی پاسداری اور معاشرتی زندگی کے تحفظ کی ضمانت

ابن عذاری نے لکھا ہے کہ خلیفہ حکم نے اپنے دور خلافت میں غیر مسلموں کے جان ومال کے مکمل تحفظ کے لئے باقاعدہ تحریر لکھ دی تھی وہ لکھتے ہیں:

"ومنهم أهل جزيرة إقريطش، فذكر انه لم يخرج منهم طائفة بناحية من نواحى الدنيا إلّا وتغلبوا عليها، واستوطنوها على قهر من أهلها.وأكثرُمن هرب من أهل العلم والخير ممن انهم أو خاف على نفسه الى ناحية طُليطُلة ثم أمَّنهم الحَكَم، وكتب لهم أمانا على الأنفس والأموال، وأباح لهم التفسُّح فى البلدان حيثما أحبوا من أقطار مملكته، حاشى قرطبة أو ما قرب منها."(22)

ترجمہ: ان لوگوں میں سے جزیرہ اِقریطش کے اھالیان بھی ہیں۔ بیان کیا گیا ہے کہ ان لوگوں میں سے کوئی بھی گروہ دنیا کے کسی علاقے کی طرف نکلا تو اسے فتح کر لیا اور وہاں کے رہنے والے لوگوں پر غلبہ حاصل کر کے اسے اپنا وطن بنالیا۔ اہل علم و خیر میں سے اکثر اس بات کی طرف گئے ہیں یہ ان لوگوں میں سے تھے جو طلیطلہ کی گردونواح میں آنے سے جھجھکتے تھے۔ پھر خلیفہ حکم نے انہیں امان دی اور ان کے جان ومال کے تحفظ کے لئے انہیں تحریر لکھ دی اور انہیں پورے ملک میں اپنی مرضی سے آزادانہ آنے جانے کی اجازت دی خواہ وہ قرطبہ سے دور یا اس کے آس پاس کے علاقے ہی کیوں نہ ہوں۔

"وأتی رسل ابن مامة القومس زعیم نصرانیته یستنجزون تسلیم الحصون الیه علی الا یعذرهم ولا یتعرض لشيء من ثغورهم فرضوا بهذا و حضر الفقهاء والعدول والقاضي و کتبوا کتابا بذلك."(23)

ترجمہ: خلیفہ ہشام المؤید باللہ کے پاس نصرانیوں کے عظیم رہنما ابن امامہ القومس آیا وہ اپنے قلعوں کا دوبارہ مکمل قبضہ لینا چاہتا تھا کہ اس معاملے پر ان سے کوئی پیش و پست نہ کی جائے۔ پس فقہاء، منصف اور قاضی نے اکٹھے ہو کر اسے ایک تحریر لکھ دی۔

اندلسی مسلم دور حکومت میں ذمیوں کے ساتھ معاشرتی اور سماجی تعلقات کے حوالے سے شیخ احسان الحق لکھتے ہیں:

جامع قرطبہ میں دنیا کے اطراف واکناف سے لوگ تحصیل علم کے لئے آتے۔ یہاں کی یونیورسٹی اور کالج آزادی اور آزاد خیالی کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ ان میں یہودی اور عیسائی طلباء کو خوش آمدید کہا جاتا۔ مشرق سے علماء اور ناقدین فن کو دعوت دی جاتی کہ وہ یہاں آکر اپنی تحقیقات علمی اور تجرباتِ علمی سے طلباء کو مستفید کریں۔ اُن کی تنخواہوں کے لئے بھاری رقوم وقف کر دی گئی تھیں۔ انہی اساتذہ میں سے ابو علی القالی بھی تھے جن کی کتاب آمالی اب تک ذوق وشوق سے مطالعہ کی جاتی ہے۔

مختلف کالجوں اور مدرسوں کے علاوہ سینکڑوں ایسے مدارس تھے۔، جہاں یتامیٰ کو مفت تعلیم دی جاتی تھی، اور اُن کے دیگر اخراجات کی کفیل حکومت تھی۔ تعلیم اس قدر عام ہو چکی تھی کہ ہر شخص لکھ پڑھ سکتا تھا جب کہ مسیحی یورپ میں لوگ مبتدیات سے بھی واقف نہ تھے۔

فن تعمیر کے علاوہ تاریخ، فلسفہ، عمرانیات، جغرافیہ، فلکیات، طب، اقلیدس، کیمیا، اور علم نباتات میں حیرت انگریز ترقی کی گئی اور اندلسی علماء نے جن میں یہودی بھی شامل ہیں اس قدر تصانیف باقی چھوڑی ہیں کہ جاہل یورپ کے لئے مشعل راہ کا کام دیتی ہیں۔ اسلامی اندلس کے یہ کارنامے یورپ کی ذہنی تاریخ کا ایک درخشندہ باب ہیں اور افرنگی دانش و بینش کی شمع اسی تیل سے روشن کی گئی ہے۔ اور دماغی ترقی نے دل و دماغ کو جلا بخشی، غور و فکر کی نئی راہین کھولیں اور خیالات کو آزادی دی۔ (24)

خلاصہ بحث

مسلمان خلفاء نے غیر مسلموں کو معاشرتی اور سماجی آزادی دے کر اس بات کا ثبوت فراہم کیا کسی بھی اسلامی ریاست کے تمام باشندے خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم حصول انصاف اور اپنی مرضی کے مطابق زندگی گذارنے میں آزاد ہیں۔ کسی غیر مسلم پر محض اس وجہ سے کہ وہ عقیدۃً مسلمانوں سے جدا ہے لہذا وہ اس کے ساتھ زیادتی یا کوئی اضافی بوجھ ڈالا جائے یہ کبھی بھی مسلمانوں کے وہم و خیال میں نہ رہا۔ مسلم حکمرانوں نے تو ان کی زندگی کے طور طریقوں میں کبھی دخل نہ دیا۔ جہاں ضرورت محسوس کی باقاعدہ آرڈر جاری کر کے ان کے جان و مال کو اور عقیدہ و مسلک کو تحفظ فراہم کیا گیا۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات(References)

(1) آئی ایچ برنی، مسلم اسپین، ص ۲۸۸، ۲۸۹

(2) ندوی، ریاست علی، تاریخ اندلس، ج ا، ص ۱۱۱، ۱۱۲۔

(3) آئی ایچ برنی، مسلم اسپین، ص ۴۳۰۔

(4) مقری، نفح الطیب، ج ا، ص ۴۴۴۔

(5) آئی ایچ برنی، ص ۵۵۰ تا ۵۵۲۔

(6) مصطفی سباعی، اسلامی تہذیب کے درخشاں پہلو، ص ۱۲۸۔

(7) آئی ایچ برنی، مسلم اسپین، ص ۱۰۳۔

(8) آئی ایچ برنی، مسلم اسپین، ص ۴۳۲۔

(9) آئی ایچ برنی، مسلم اسپین، ص ۵۵۲۔۵۵۵۔

(10) المائدہ، ۵:۸۔

(11) ابو داؤد، سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد ازدی سبحستانی (۰۔ ھ/۔ء)۔ السنن۔ ج، ص۰، الرقم: ۰۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ھ/ء۔

(12) خلاف، تاریخ القضاء فی الأندلس، ص۲۲۵۲۲۷۔

(13) الونشریسی، أبو العباس أحمد بن یحیی بن محمد بن عبد الواحد بن (ھ)، المعیار المعرب والجامع المغرب عن فتاوی أهل إفریقیة والأندلس والمغرب، ج۰، ص، بیروت، لبنان، وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامیة للمملکة المغربیة ودار الغرب الإسلام، ء۔

(14) خلاف، تاریخ القضاء فی الأندلس، ص۴۰۶۔

(15) الشنتزینی، الذخیرة، ق۱، م۱، ص۱۶۱۔

(16) غومیز، المستعربون: نقلة الحضارة الإسلامیة فی الأندلس، فی سلمی الخضراء الجیوسی (محرر)، الحضارة العربیة الإسلامیة فی الأندلس، ج، ص۰۔

(17) محمد کرد علی، الإسلام والحضارة العربیة، ج، ص، ۔

(18) ۱۔ ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، ج۴ص ۱۱۸۔

۲۔ ابن اثیر، ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد شیبانی جزری (۵۵۵۔ ۶۳۰ھ)۔ الکامل فی التاریخ، ج۵، ص۴۵، بیروت، لبنان: دار النشر: دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۵ھ۔

(19)Stanley Lane-Poole, *The Moors in Spain, London: T. Fisher unwin, Paternoster Square*, E.G., p47,48

(20)Stanley Lane-Poole, *The Moors in Spain, London: T. Fisher unwin, Paternoster Square*, E.G., p48.

(21) ibid,p110.

(22) ابن عذاری المراکشی، کتاب البیان المغرب فی أخبار الاندلس والمغرب، الجزء الثانی، ص۷۷۔

(23) ابن عذاری المراکشی، کتاب البیان المغرب فی أخبار الاندلس والمغرب، الجزء الثالث، ص۱۰۳۔

(24) احسان الحق شیخ، مسلمان یورپ میں، ص۷۱، ۷۲۔